https://farid.ps/articles/gaza_a_beacon_in_the_darkest_night/ur.html

غزہ: ۸۰۰ دن کا نسل کشی کا عمل

> اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہو، چراغ شیشے میں ہو، شیشہ گویا چمکتا ہوا تارہ، اسے ایک مبارک زیتون کے درخت سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی، اس کا تیل آپ ہی آپ روشن ہو جائے گا اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور۔
> — قرآن مجید، سورۃ النور ۲۴:۳۵

۱۹۴۵ کے بعد دنیا نے جو سب سے طویل اور گہری اندھیری رات دیکھی، اس میں غزہ کے بیس لاکھ نفس وہ چراغ بن گئے۔

بالکل آٹھ سو دنوں سے غزہ کی آسمان پر آگ برستی رہی۔ آٹھ سو راتوں تک زمین دو لاکھ ٹن بارودی مواد سے لرزتی رہی۔ آٹھ سو صبحوں تک وزراء کیمروں کے سامنے بے شرمی سے دہراتے رہے کہ دو کروڑ انسانوں تک گندم کا ایک دانہ، دوا کی ایک بوند، ایندھن کا ایک لیٹر بھی نہیں پہنچنے دیا جائے گا۔

اور پھر بھی وہ روشنی بجھنے نہ پائی۔

انسانی مصائب کا ایک نیا پیمانہ

۱۹۴۵ کے بعد کے پورے دور میں زمین پر کسی بھی شہری آبادی کو اس طرح کے طوالت، شدت اور دانستہ محرومی کے امتزاج کا سامنا نہیں کرنا پڑا جتنا اکتوبر ۲۰۲۳ سے دسمبر ۲۰۲۵ تک غزہ کی پٹی میں پھنسے ۲۳ لاکھ افراد کو کرنا پڑا۔

- ۸۰۰ مسلسل دنوں کا مکمل یا قریب مکمل حصار
- ۲۰۰,۲۰۰,۰۰۰ ٹن سے زیادہ دھماکہ خیز مواد گرایا گیا (یہ پندرہ ہیروشیما سائز بموں کے برابر ہے)
- تمام گھروں کا ۸۰٪ تباہ یا شدید متاثر
- انسانوں کے ہاتھوں پیدا کی گئی قحط جو کئی صوبوں میں IPC فیز ۵ (تباہ کن) تک پہنچ گئی
- ایک پوری شہری آبادی کو بھوکا مارنے کا اعلان شدہ اور دانستہ طریقہ جنگ
- صحت، پانی، صفائی اور تعلیم کے نظام کا قریب قریب مکمل خاتمہ

اقوام متحدہ، ریڈ کراس اور بین الاقوامی فوجداری عدالت کے ہر پیمانے کے مطابق غزہ نے صرف "انسانی بحران" نہیں جھیلا بلکہ اسے ایسی حالتوں سے گزرنا پڑا جو انسانی بقا کی آخری حدوں کو چھوتا ہے۔

اور پھر بھی، ہر عقلی توقع کے برخلاف، ان میں سے اکثریت ابھی زندہ ہے۔ یہ حقیقت اکیسویں صدی کی سب سے خاموش معجزات میں سے ایک ہے۔

نور پر نور

ہر قحط کی پیشگوئی، ہر عوامی صحت کی سمولیشن، ورلڈ فوڈ پروگرام اور IPC کے ہر تاریک اسپریڈ شیٹ نے ایک ہی بات کہی: اس سطح کے کیلوریز کی کمی کو اس طوالت تک جاری رکھا جائے، پوری آبادی پر، بغیر طبی نظام اور صاف پانی کے، تو اموات کا گراف معاشرہ ختم کرنے والی سطح پر پہنچ جانا چاہیے تھا۔ ایسا نہیں ہوا۔ اس لیے نہیں کہ مصائب کو بڑھا چڑھا کر بتایا گیا تھا بلکہ وہ ماڈلز کے تصور سے بھی بدتر تھے۔ مگر ان ماڈلز نے ایک ایسی قوم کو شمار ہی نہیں کیا جس نے خاموش مگر اٹل یقین سے فیصلہ کر لیا کہ ان کا محض وجود ہی مزاحمت ہو گا۔

- ایک ماں جس نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا، پھر بھی اس کے سینے میں اپنے نوزائد کے لیے دودھ آیا، اپنے جسم کو خود کھاتے ہوئے بھی زندگی آگے بڑھاتی رہی۔
- ایک سرجن جسے چھ سالہ بچے کی ٹانگ باورچی خانے کے چھری اور موبائل ٹارچ کی روشنی میں کاٹنی پڑی، بار بار سرگوشی کرتا رہا "تم بہت بہادر ہو حبیبی" یہاں تک کہ بچے کی سسکیاں واحد دستیاب اینستھیزیا بن گئیں۔
- ایک خیمے میں بیس اجنبی ایک ڈبہ لوبیا بانٹتے، ہر شخص ایک چمچ لیتا تاکہ بچوں کو دو مل سکیں۔
- بیت لہیہ کا ایک بوڑھا جس کا گھر تیسری بار بمبارہ ہوا، اس نے گولے کے گڑھے میں ٹماٹر کے بیج بو دیے کیونکہ "میرے مرنے سے پہلے یہاں کچھ سبز ہونا چاہیے"۔
- ایک نوجوان جس نے اپنی مفلوج دادی کو ۱۴ کلومیٹر پیٹھ پر اٹھایا، راستے میں اسے سمندر کی کہانیاں سناتا رہا کہ کہیں امید نہ چھوڑ دے۔

یہ بطولتیں استثنا نہیں تھیں۔ یہ قاعدہ تھیں۔

قانونی ڈھانچہ: تینوں نظاموں کی بیک وقت خلاف ورزی

نیچے دیے گئے تینوں قانونی ڈھانچوں کی روزانہ کی بنیاد پر دو سال سے زیادہ عرصے تک خلاف ورزی ہوتی رہی۔

جنیوا کنونشن چہارم (۱۹۴۹) - جنگ کے دوران شہریوں کا تحفظ

- آرٹیکل ۲۳: بچوں، حاملہ خواتین اور زچہ کے لیے خوراک، دوائیں اور کپڑوں کی آزاد گذرگاہ کی ذمہ داری - ۹ اکتوبر ۲۰۲۳ سے مسلسل خلاف ورزی۔
- آرٹیکل ۵۵: قبضہ کرنے والی طاقت کو اپنے تمام وسائل سے خوراک اور طبی سامان یقینی بنانا چاہیے - مسلسل خلاف ورزی، حتیٰ کہ ۲۰۲۱ کی آئی سی جے اور اسرائیلی سپریم کورٹ کے فیصلوں کے بعد بھی جنہوں نے غزہ پر مؤثر کنٹرول کی تصدیق کی۔
- آرٹیکل ۵۶: طبی اور ہسپتال سروسز برقرار رکھنے کی ذمہ داری - شمالی غزہ کے ہر ہسپتال کو منظم نشانہ بنانے اور ایندھن، آکسیجن اور ادویات سے دانستہ محروم رکھنے سے خلاف ورزی۔
- آرٹیکل ۳۳: اجتماعی سزا کا مکمل ممانعت - "مکمل محاصرہ"، "نہ بجلی، نہ خوراک، نہ ایندھن" جیسے واضح عوامی بیانات اور کیلوریز کی پابندی کی پالیسی سے خلاف ورزی۔

نسل کشی کنونشن (۱۹۴۸)

آئی سی جے (جنوری و مئی ۲۰۲۴، جولائی ۲۰۲۵ عبوری اقدامات؛ اکتوبر ۲۰۲۵ مشاورتی رائے) نے نسل کشی کا "قابل فہم خطرہ" پھر "سنگین خطرہ" قرار دیا۔ دسمبر ۲۰۲۵ تک آئی سی سی پراسیکیوٹر نے نتنیاہو اور گیلنٹ کے خلاف براہ راست گرفتاری وارنٹ مانگے تھے بطور:

- آرٹیکل II (c) II: "گروہ پر جان بوجھ کر ایسی حالات مسلط کرنا جن کا مقصد اس کی جسمانی تباہی ہو" بھوک، پانی سے محرومی، صفائی کی تباہی اور طبی امداد روکنے کے ذریعے۔

سپورٹنگ ثبوت میں کابینہ سطح کے بیانات ("انسانی جانور"، "گندم کا ایک دانہ بھی نہیں"، "غزہ مٹا دو")، بقا کی حد سے نیچے کیلوریز کا تسلسل اور خوراک پیدا کرنے کے تمام ذرائع (ماہی گیری کی کشتیاں، گرین ہاؤسز، بیکریاں، کھیت) کی تباہی شامل ہیں۔

عالمی انسانی قانون عرف (قواعد ۵۳-۵۶، آئی سی آر سی مطالعہ)

- قاعدہ ۵۳: شہریوں کو بھوک سے مارنا جنگ کا طریقہ ممنوع ہے۔

- قاعدہ ۵۴: بقا کے لیے ضروری اشیاء (پانی کے پلانٹ، خوراک، زرعی علاقے، ہسپتال) پر حملہ ممنوع۔
- قاعدہ ۵۵: انسانی امداد کی تیز اور بلا رکاوٹ گذرگاہ کی اجازت اور سہولت ضروری۔

حقیقی حالات: سست رفتار تباہی کا سرکاری ریکارڈ

انہوں نے اسے "مکمل محاصرہ" کہا۔ اسے "دباؤ" کہا۔ لوگوں کو "انسانی جانور" کہا اور بغیر کسی لفاظی کے اعلان کیا کہ گندم کا ایک دانہ بھی نہیں گزرنے دیا جائے گا۔

مرحلہ ۱ - اکتوبر ۲۰۲۳ تا فروری ۲۰۲۴: "مکمل محاصرہ"

وزیر دفاع گیلنٹ کا ۹ اکتوبر کا اعلان حرف بہ حرف نافذ کیا گیا۔ ہفتوں تک ایک بھی ٹرک نہ آیا۔ کیلوریز ۳۰۰-۶۰۰ kcal/دن تک گر گئیں۔ دسمبر ۲۰۲۳ میں بھوک سے پہلی دستاویزی اموات ہوئیں۔

مرحلہ ۲ - مارچ تا مئی ۲۰۲۵: "مکمل بندش"

جنوری سیز فائر ٹوٹنے کے بعد سموٹریچ اور بن گویر نے گیارہ ہفتوں کے لیے ہر گزرگاہ بند کروا دی۔ انروا کا آٹا مکمل ختم۔ مائیں آلودہ پانی سے بچوں کا دودھ پتلا کرنے لگیں۔ کمال عدوان ہسپتال میں دبلی بچوں کی پہلی اجتماعی قبر ملی۔

مرحلہ ۳ - جون تا ستمبر ۲۰۲۵: قحط کا اعلان

اگست ۲۰۲۵ میں غزہ گورنری میں IPC فیز ۵ کا اعلان۔ اوسط وزن میں ۲۲٪ کمی۔ ہر گلی میں بچوں کی پسلیاں نظر آنے لگیں۔ ہوائی امدادی ڈراپ (جو اسرائیل نے واحد "امداد" کی اجازت دی) نے جنہیں کھلایا ان سے زیادہ مار ڈالا۔

مرحلہ ۴ - اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۵: وہ سیز فائر جو نہ تھا

اکتوبر ۲۰۲۵ معاہدے میں روزانہ ۶۰۰ ٹرک کا وعدہ تھا۔ حقیقت میں اوسط ۱۲۰-۱۸۰۔ رفح گزرگاہ زیادہ تر دن بند۔ ایندھن کی کمی سے ہسپتالوں کو انتخاب کرنا پڑا کہ کون سے انکیوبیٹر چلائیں۔ دسمبر تک ۱۰۰٪ آبادی IPC فیز ۳ یا اس سے اوپر ہی رہی۔

والدین کا حساب

غذائی قلت کا علم بے رحم ہے: پانچ سال سے کم عمر بچے سب سے زیادہ خطرے میں ہوتے ہیں۔ لیکن غزہ کے والدین یہ جانتے ہیں۔ اس لیے وہ واحد باقی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ خود کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔

سروے در سروے (لانسیٹ ۲۰۲۵، یونیسف ۲۰۲۵، ڈبلیو ایچ او ۲۰۲۴-۲۵) ایک ہی پیٹرن دکھاتے ہیں: ۷۰-۹۰٪ بالغ مکمل وجبتیں چھوڑ دیتے ہیں تاکہ ان کے بچوں کو چاول کی ایک لقمہ یا پاؤڈر دودھ کی ایک گھونٹ زیادہ مل جائے۔ مائیں خود پسلیاں دکھاتی ہوئی دودھ پلاتی رہتی ہیں، بچہ پہلا ٹھوس کھانا کھائے اس سے پہلے ہی اسے غذائی قلت منتقل کر دیتی ہیں۔

نتیجہ دل دہلا دینے والا الٹ پلٹ ہے: غزہ کے بچوں نے اوسطاً اپنے والدین سے کم وزن کھویا، کیونکہ والدین نے روز تھوڑا تھوڑا مرنا پسند کیا تاکہ ان کے بچے تھوڑا زیادہ جئیں۔

وہ طبی خوفناک خواب جس کا تصور بھی نہیں کرنا چاہیے

غزہ کے سرجنوں کو ہزاروں اعضاء کاٹنے پڑے، بہت سے بچوں کے، بغیر اینستھیزیا، بغیر درد کش، کبھی کبھار صرف موبائل ٹارچ اور بارش کے پانی میں ابلے کند چھری سے۔

- چار سالہ بچی جس کے جسم کا ۵۰٪ جھلس گیا، مردہ گوشت کھرچا جاتا ہے جبکہ وہ "ماما" چلاتی رہتی ہے یہاں تک کہ درد سے بے ہوش ہو جاتی ہے۔
- چھ سالہ لڑکے کا کچلا ہوا ران مکمل بیدار حالت میں آرا سے کاٹا جاتا ہے، وہ سرجن کا ہاتھ پکڑے پوچھتا ہے "اتنا کیوں درد ہو رہا ہے؟"
- نوعمر لڑکیاں قیصریہ آپریشن کراتی ہیں جبکہ رشتہ دار انہیں پکڑے رکھتے ہیں کیونکہ کیٹامائن ختم ہو چکا۔

۲۰۲۳ سے غزہ میں کام کرنے والا ہر ڈاکٹر ایک ہی دہرایا جانے والا خواب بیان کرتا ہے: وہ لمحہ جب اسے پتہ چلتا ہے کہ اسے ایک چلّاتے بچے کو کاٹنا ہے اور درد روکنے کو کچھ نہیں۔ بہت سے ڈاکٹروں نے نیند چھوڑ دی، کچھ نے بات کرنا ہی ترک کر دیا۔

وہ ابھی تک زندہ کیسے ہیں؟ ایک معجزے کی اناٹومی

عوامی صحت کے تمام ماڈلز کی پیشگوئیوں کے برخلاف غزہ نے ابھی تک مکمل آبادیاتی تباہی نہیں دیکھی۔ چند عوامل اس ناممکن بقا کی وضاحت کرتے ہیں:

۱. غیر معمولی سماجی یکجہتی خاندان آخری ٹکڑے اکٹھے کرتے، پڑوسی ایک ٹن مچھلی کا ڈبہ بیس لوگوں میں بانٹتے، اجنبی بزرگ کو پیٹھ پر اٹھاتے۔

۲. ابتدائی تدبیریں جانوروں کا چارہ کھایا، گھاس اور پتے ابالے، تباہ گھروں کے لکڑی سے سمندری پانی کشید کیا، موبائل فلیش سے آپریشن کیے۔

۳. جانے سے اٹل انکار ۸۵٪ علاقے پر مختلف ادوار میں انخالی کرنے کے احکامات کے باوجود زیادہ تر غزہ والے رہے، جزوی طور پر اس لیے کہ کوئی محفوظ جگہ نہ تھی، جزوی طور پر اس لیے کہ جانا یعنی ہمیشہ کے لیے بے گھر ہونا۔

غزہ کے ڈاکٹر بار بار آبادی کو "زندہ مردے" کہتے ہیں، زندہ ہیں، لیکن بالکل برائے نام۔

اختتام: سانس لیتے جسموں میں لکھا فیصلہ

یہ کہ بیس لاکھ انسان، اساتذہ، شاعر، چلنا سیکھتے بچے، وہ دادیاں جو پہلے کی ہر جنگ سے بچ نکلیں، ۱۲ دسمبر ۲۰۲۵ کو اب بھی سانس لے رہے ہیں، اس بات کا ثبوت نہیں کہ پالیسی انسان دوست تھی۔

یہ ثبوت ہے کہ انسانی استقامت کی بعض شکلیں ان مشینوں سے زیادہ مضبوط ہیں جو انہیں ختم کرنے کے لیے بنائی گئیں۔

وہ اب بھی یہاں ہیں۔ وہ اب بھی زندہ ہیں۔ اور ان کا ہر سانس ایک الزام ہے۔